حصول علم کے ذرائع

جماعت کے معروف اور مایہ ناز عالم دین فضیلۃ الشیخ مولانا محمد عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ 4 جون 2003 کو جامعہ سلفیہ فیصل آباد تشریف لائے اور طلبہ جامعہ سے خطاب فرمایا۔ جس کی افادیت کے پیش نظر ''ترجمان الحدیث'' میں شائع کیا جارہا ہے (ادارہ)

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اخرج البخاری فی صحیحہ عن معاویۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ یقول من یرید اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین وانما انا قاسم واللہ یوتی

محترم ومکرم اساتذہ کرام عزیز طلباء:

یہ میرے لئے انتہائی سعادت اور شرف کی بات ہے کہ اس وقت میں جامعہ سلفیہ جو بحمد اللہ اس دنیا میں جماعت اہلحدیث کے ماتھے کا جھومر ہے، کھڑا ہوں وہ جامعہ سلفیہ جو ہمارے بزرگوں اور ہمارے اسلاف کی دین ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے جنہوں نے تقویٰ کی بنیاد پر اسے قائم کیا ہے۔ جس کی پاکستان اور بیرون پاکستان بڑی خدمات ہیں اور یہ ایک ایسا چراغ ہے جس نے دنیا بھر میں بہت سی شمعیں روشن کردیں۔ اللہ رب العزت اس سلسلے کو نہ صرف قائم و دائم رکھے بلکہ روز بروز اس میں اضافہ فرمائے اور یہ دین کا کام جاری و ساری رہے۔ اللہ رب العزت تمام اساتذہ کو منتظمین کو طلبا کو اور معاونین کو جزائے خیر دے۔ جو دن رات اس کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اور اللہ رب العزت اخلاص عطا فرمائے۔

حقیقت یہ ہے کہ میں قطعا اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ اپنے محترم اساتذہ کی موجودگی میں کوئی بات کہوں یا کوئی کلمہ کہوں مگر جب یہ حکم مجھے ملا اور دیا گیا تو محض رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے جس میں آپ نے یہ فرمایا: حق المسلم علی المسلم ست خصال۔ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ: فاذا استنصحک فانصحہ، کہ جب وہ تم سے نصیحت طلب کرے تو نصیحت کرو۔ محض اس پر عمل کرتے ہوئے کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ عرض کروں گا اور یہ دعوت ہے عمل کی میرے لئے اور آپ سب کیلئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے آمین۔

اس وقت میرے سامنے ایک بہت بڑے محدث عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ علم کے درجات کیا ہیں: اول العلم النیۃ ثم القراءۃ والسماع ثم الفہم، ثم الحفظ، ثم العمل، ثم الاداء۔ کہ علم کے یہ چھ درجے ہیں پہلا درجہ نیت ہے۔ کہ معلم و متعلم کی نیت صحیح ہو۔ اخلاص کی بنیاد پر ہو، جو بڑا موکد عمل ہے۔ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ اور نبی ﷺ کا فرمان ہے انما الاعمال بالنیات انما لکل امرء ی ما نوی۔

یعنی بڑے سے بڑا عمل، اس کی قبولیت، اس کی بہتری حسن نیت پر قائم ہے۔ اسی حدیث کو لے لیں، ایک بڑے عمل ہجرت کا ذکر ہے۔ ہجرت بڑا برگزیدہ عمل ہے۔ ان اعمال میں سے ہے جن اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ سابقہ زندگی کے تمام گناہ معاف کردیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

والھجرۃ تجب ما کان قبلھا۔ کہ ہجرت کرنے سے سابقہ زندگی کے تمام گناہ معاف ہو جا تے ہیں۔ لیکن اگر یہی ہجرت اللہ کے لئے نہ ہو۔ اخلاص کی بنیاد پر نہ ہو۔ تو پھر یہ عمل محض باطل ہے، کوئی فائدہ نہیں۔ عنداللہ کوئی پذیرائی نہیں۔ ہجرت سے ملتا جلتا ایک عمل جہاد، لا ہجرۃ بعد الفتح ولکن جہاد ونیۃ۔ اتنا بڑا عمل لیکن اگر نیت سے خالی ہے تو اللہ کے ہاں کوئی صلہ نہیں رسول اللہ کا فرمان ہے کہ: مسلمانوں اور کفار کے بیچ میں ایک شخص قتل ہو کر گیا اس سے زیادہ عظمت کیا ہوگی کہ وہ صف اول کا مجاہد ہے اور وہیں گرا، بھاگا نہیں دشمن کو پشت نہیں دکھائی، وہیں لڑتا رہا۔ زخموں سے چور ہوگیا حتیٰ کہ جان قربان کردی۔ کتنا بڑا کام مگر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اعلم بنیته اس کی نیت اللہ جانتا ہے۔

صرف یہ عمل کافی نہیں عمل بظاہر بہت بڑا ہے لیکن نیت اللہ جانتا ہے اگر اللہ کی رضا کیلئے تھا تو پھر وہ شہید ہے۔ یعنی صرف ایک دقیق سا فرق ہے نیت کا اللہ کی رضا کیلئے تھا تو شہید۔

لشہید عنداللہ ست خصال۔ اللہ کے ہاں شہید کے چھ اعزاز ہیں کتنے بڑے اعزاز ہیں:

۱۔ یغفر له لاول دفع ۔ شہادت کے پہلے لمحے اسکے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۲۔ ویری مقعده من الجنة ۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اسے اسکا محل دکھا دیتے ہیں، اسی لئے دنیا سے جاتے ہیں تو فزت ورب الکعبة کے نعرے لگاتے ہیں۔

۳۔ ویجار من عذاب القبر۔ قبر میں عذاب نہیں ہوگا۔

۴۔ ویامن من فزع الاکبر۔ اس فزع اکبر سے محفوظ رہے گا، کتنے اعزاز۔

۵۔ ویوضع علی راسه تاج الوقار۔ روز قیامت اس کے سر پر وقار کے تاج سجائے جائیں گے۔ جس کا ایک ایک موتی پوری دنیا سے قیمتی ہے۔

۶۔ ویزوج بثنتین وسبعین من الحور عین۔ 72 حوروں سے اس کی شادی کی جائے گی۔

۷۔ یشفع فیه سبعین من اقاربه ۔70 اس کے اقارب اللہ ان کے بارہ میں اس کی شفاعت قبول کرے گا۔ نہ صرف یہ کہ خود بخشا گیا بلکہ 70 آدمیوں کی شفاعت کرے گا اور اللہ قبول کرے گا۔ لیکن یہ سب کچھ کب، جب اس کی نیت اللہ کی رضا کیلئے ہو۔

صف اول میں کھڑا ہونا، لڑنا، مارنا، زخموں سے چور ہو جانا حتی کہ جان قربان کر دینا لیکن مقصد اللہ کی رضا نہیں ہے۔ مقصد دنیا ہے، دنیا کی شہرت ہے، دنیا کا چرچا، واہ واہ، دنیا کی شاباش، تو پھر اس شخص کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ: تین افراد ایسے ہیں جن پر سب سے پہلے جہنم کی آگ کو گرم کیا جائے گا۔ یعنی باقی عمل وہی ہے فرق صرف نیت کا ہے۔ یہ دو بڑی مثالیں ہیں ہجرت کی اور جہاد کی، چوٹی کے عمل ہیں۔ لیکن اللہ کے ہاں ان کی پذیرائی اخلاص نیت پر قائم ہے۔ اسلئے نیت کی اصلاح کیجئے، ہماری نیت کیا ہونی چاہئے، اس تعلیم وتعلم کے سلسلے میں کہ ہم نے اللہ کا دین پڑھنا ہے۔ تا کہ اللہ راضی ہو، تا کہ ہم اس علم کے ذریعے جو اللہ کا نور ہے، اپنے ظاہر و باطن کو منور کر سکیں۔ یہ علم ہمارے لئے سعادت دارین کا باعث بن جائے اور اس نیت کو میرے عزیز طلباء بار بار چیک کرتے رہو، ان الشیطن یجری من الانسان کمجری الدم۔ شیطان انسان کے اندر چل رہا ہے ہر وقت وار کرے گا، محدث ابو سفیان ثوری کے بقول میں نے ایک دن سوچا کہ دین کے معاملات میں سب سے مشکل کام کونسا ہے، کبھی میرے سامنے جہاد آئے دل سے آواز آتی ہے کہ یہ تو بہت آسان ہے روزے حج زکوٰۃ صدقات نمازیں، یہ سب آسان ہیں لیکن ایک عمل ایسا سامنے آیا وہاں ٹھہر گئے، یہ کام بہت مشکل ہے اور وہ کام کیا ہے، وہ نیت کا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا کیف حفظ النیة؟ نیت کی حفاظت کیسے کرنی ہے انہوں نے فرمایا: جب کوئی عمل شروع کرو تو اپنے دل سے پوچھو یہ کام کیوں کرنا ہے دل میں کس کا تصور ہے کسی چوہدری کا، دنیا کی مال و دولت کا اگر یہ منفی تصورات ہیں تو پھر ذرا ٹھہرو ان کو زائل کرو، اور اپنے دل کو اللہ کی راہ پر لاؤ یا اللہ یہ کام کرنے جا رہا ہوں حج کرنے جا رہا ہوں، تعلم کیلئے جا رہا ہوں، تا کہ تو راضی ہو جائے تو یہ توقف ضروری ہے اور چونکہ طلباء شیطان پر بہت بھاری ہیں۔

اسلئے یلغار کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم نیتوں کی حفاظت کریں، اخلاص اپنے اندر پیدا کریں کہ یہ اس عمل کی قبولیت کی بنیاد ہے لیکن اس کا کتنا اجر ہے ایک عالم کا کیا مقام ہے ایک متعلم کا کیا مقام ہے کس طرح ان پر فرشتے اپنے پروں کا سایہ کرتے ہیں۔ اور کس طرح زمین کی ہر چیز ان کیلئے استغفار کرتی ہے حتی کہ پیغمبر ﷺ نے ہمیں مثالیں دیں کہ بلوں کی چیونٹیاں، پانی کی مچھلیاں ہمارے لئے دعا کرتی ہیں سب ان کیلئے استغفار کرتی ہیں۔ لیکن یہ سب کب ہوگا؟ جب ہمارا سارا کام اللہ کی رضا کیلئے ہوگا تو کیا فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ پہلی سیڑھی نیت ہے۔ عبداللہ بن مبارک اپنا ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کرتے ہیں: ایک سفر پر نکلے ہوئے تھے ایک جنگل سے گزر رہا ایک بچے کو دیکھا چرواہا تھا، طویل واقعہ ہے، عبداللہ بن مبارک یہ سوچ کر وہاں رک گئے کہ اس بچے کو کچھ سکھلا دیں، پڑھا دیں کچھ نصیحت کر دیں۔ وہاں ایک طویل گفتگو ہوتی ہے لیکن وہ بچہ متفق تھا اس کو دین کا

فہم تھا اس نے کہا کہ میں آپ کو نہیں جانتا لیکن شکل سے آپ عالم لگتے ہیں میری ایک بات یاد رکھیئے گا یہ سارا تعلیم و تعلم اگر آپ نے اللہ کیلئے کیا ہے تو دنیا سے کوئی توقع نہ رکھنا اور اگر دنیا کیلئے کیا تو اللہ سے کوئی امید نہ رکھنا بس ایک چیز طے کر لو یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو؟ یہ پڑھنا کیوں ہے پڑھانا کیوں ہے؟ اگر اللہ کیلئے ہے تو دنیا بھول جاؤ ،اور اگر دنیا کیلئے ہے تو اللہ کی جزا کو بھول جاؤ تو اللہ رب العزت ہم کو اخلاص کے ساتھ اس عمل کو قائم اور دائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

فرماتے ہیں کہ ثم القراءة والسماع ، یہ دوسرا شیخ سماعت اور قرات کا ہے سماع من لفظ الشیخ وقراۃ علی الشیخ ۔شیخ پر پڑھنا شیخ سے سننا اور یہ بڑا اہم نکتہ ہے اور بڑا قابل توجہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس طالب علم کی اس نصیحت کو آپ یاد رکھیں کہ اپنے شیوخ کے ساتھ تعلق قائم رکھیں، ہمارے دین کا سلسلہ اسی چیز پر قائم ہے یہ پورا دین سماعت اور قرات پر قائم ہے ، خود رسول اللہ کا فرمان ہے:تسمعون منی یسمع منکم ویسمعون السمع منکم ۔کہ یہ علم تم مجھ سے سنتے ہو تم سے آگے لوگ سنیں گے ان سے آگے سنیں گے حتی کہ اس سماع کے ذریعے دین قائم رہے گا، یہ سماع اور تعلیم کا سلسلہ بہت ضروری ہے۔

مشائخ کی خدمت، مشائخ کے ساتھ التزام یہ ایک اضافی فضیلت وفوقیت ہے امام زہری کے بہت سے تلامذہ تھے لیکن چار اثبت تھے، وہ اثبت کیوں ہیں؟ کیونکہ ملازم للزہری ہیں اپنے شیخ کے ساتھ زیادہ رہے، زیادہ اٹھے بیٹھے زیادہ علم حاصل کیا، امام مالکؒ سے ایک نے سنا اور سن کر ایک موطا نامی کتاب تیار کی لیکن اشہر موطا یحیٰی بن یحیٰی کی کیوں؟ کیونکہ یہ امام مالک کے ملازم تھے، ملازم شاگرد ۔اتنے ملازم تھے ، اتنے ساتھ چمٹے رہتے تھے کہ ان کا لقب پڑ گیا کہ یہ عصا مالک ہیں ۔امام مالک کی لاٹھی ہیں ۔جس طرح ایک بوڑھے شخص کے ساتھ لاٹھی رہتی ہے۔ سفر وحضر میں یہ امام مالک کے ساتھ ساتھ رہتے ، حتی کہ عصائے مالک بن گئے ۔تو یہ ایک اضافی درجہ ہے ۔آج اس کی اسلئے بھی ضرورت ہے کہ آج ایک طبقہ ایک باطل روش کی طرف جا رہا ہے ۔اور وہ ہے صرف کتابیں پڑھ کر عالم بن جانا ہے۔

محدثین العلم بالتلقی کے قائل ہیں ۔شیخ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں مرفوعا یہ حدیث نقل کی ہے کہ العلم بالتعلم علم تو تعلم سے ہے ۔علماء سے سیکھنے سے ہے ۔علماء سے پوچھنے سے ہے ۔تو میں نے اس پر زیادہ زور اس لئے دیا کہ اب یہ مشائخ آپ کیلئے نعمت ہیں ۔ان کے ساتھ التزام کیجئے ان کی خدمت کیجئے اگر آپ ایک علمی نکتہ کتابوں سے تلاش کریں تو ہوسکتا ہے کہ آپ کو سو کتابیں دیکھنی پڑیں، پھر بھی تشفی حاصل نہ ہو ۔تو وہ نکات آپ کو آپ کے شیخ سے ایک مقام پر بیٹھے بیٹھے مل جائیں گے ۔اسکا معنی یہ نہیں کہ کتابوں کو چھوا نہ جائے ،نہیں بلکہ کتابیں زینت ہیں لیکن کتابوں کا استعمال اس کی حدود میں ہو ۔امام بخاری سے کسی نے پوچھا کہ: مادواء الحفظ، حافظ کی دوا کیا ہے ۔آپ کا حافظہ بلا کا حافظہ ہے ۔امام بخاری نے فرمایا کہ کتابیں پڑھتے رہنا، کتابیں پڑھتے رہنا ۔امام بخاری کے کتنے شیخ تھے؟ امام بخاری کے 1080 شیخ تھے ۔

یہ کوئی کم تعداد نہیں ،تو یہ مشائخ کی طرف کیوں جا رہے ہیں اس لئے کہ تحصیل علم کا راستہ ہی یہ ہے ۔محدثین کی تاریخ بھری پڑی ہے ۔امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں کہ میں طلب حدیث کیلئے اساتذہ کے سماع کیلئے تین ہزار میل پیدل چلا ہوں ۔اسکے بعد کیا ہوا؟ چھوڑ دیا نہیں بلکہ پھر گننا چھوڑ دیا۔

دیار اندلس کے محدث بقیع بن مخلد فرماتے ہیں کہ طلب حدیث میں تین براعظموں میں گیا، براعظم افریقہ، براعظم ایشیا، براعظم یورپ ۔آج آپ کے پاس جہاز بھی ہیں ہر طرح کی سہولتیں بھی ہیں ۔وسائل ہیں کوئی بتائے کتنا سفر کیا ہے؟ یہ ہمارے سلف صالحین کھانے کیلئے کچھ نہیں لیکن حصول علم کیلئے مشائخ کے دل دادہ ہیں ۔کل ایک ساتھی بحرین سے آئے تھے، مجھ سے کراچی ملے اور کہا کہ کچھ مشائخ کی لسٹ آپ مجھے فراہم کر دیں میں ان کے پاس جاؤں ۔ان سے حدیث کا اجازہ لوں ۔کتنی بڑی سعادت کی بات ہے کہ ایک ایک قدم اللہ کی راہ میں نوٹ ہو رہے ہیں ۔تو یہ دوسرا نکتہ جو ہے کہ: ثم السماع والقراء کہ سماع من لفظ الشیخ والقراءۃ علی الشیخ۔

یہ بہت ضروری ہے اور پھر ثم الفہم ، سمجھ فہم، جو پڑھ رہے وہ غائب دماغ نہ ہو، حاضر دماغ ہو پوری توجہ کے ساتھ یکسوئی کے ساتھ اس علم کے ادب کے ساتھ اپنے شیخ کا کلام سنے اور ان کو سمجھے کوئی چیز اگر فہم میں نہ آئے دوبارہ پوچھے ۔یستعید من الشیخ ۔محدثین نے

استعادہ کے عنوان سے باقاعدہ مباحث لکھے۔ اور اس کے بعد ثم الحفظ، یہ اہم نکتہ کو حفظ اور یاد کرے آج تو علم کاپیوں کی زینت بنا ہوا ہے کہ جو آیا لکھ لیا بس کاپیاں ساتھ موجود ہیں۔ لیکن ہمارے اسلاف کی ہمت حفظ علم کی تھی۔ اور حفظ ہی باعث فضیلت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا: یومکم اکثرکم اخذا للقران احفظکم بالقرآن۔ کہ امامت کا حقدار وہ ہے جو حافظ قرآن ہو، یہ حفظ کی فضیلت ہے، علم کو حفظ کرے ہر فن کی جامع اور مختصر کتاب حفظ کریں۔ قرآن، حدیث، نصوص حفظ کریں، اقوال سلف حفظ کریں ان میں بڑا علم ہے۔ بڑا نور ہے۔ ہمارے سلف صالحین کا امتیاز حفظ ہے۔ دو مثالیں آپ کو دیتا ہوں، ایک امام ابن قیمؒ کی ان کی کتاب زاد المعاد معروف کتاب ہے۔ یقیناً سب نے دیکھی ہوگی۔ شیخ ابن قیمؒ نے یہ کتاب کہاں لکھی کسی مکتبہ میں نہیں، کسی شیخ کے سامنے، نہیں بلکہ سفر حج کے دوران لکھی۔ پوری کتاب زبانی لکھی نہ کوئی کتاب دیکھی نہ کسی شیخ سے رجوع کیا، گھر سے نکلے حج کی غرض سے، کاغذ ساتھ لے لیا، قلم ساتھ لے لیا اور جہاں موقع ملا لکھتے گئے۔ اس کتاب میں سب کچھ ہے۔ احکام سیرت نبوی، اور حوالے سب زبانی لکھے ہیں۔ یہ پوری کتاب زبانی لکھی۔ اسکا کیا معنی ہوا کہ سلف صالحین کی توجہ حفظ پر تھی۔ دوسری مثال علامہ ابن حزمؒ کی۔ ان کا بڑا حافظہ تھا لوگوں نے ان کو بہت تکلیفیں دیں، حتی کہ ایک وقت آیا کہ لوگوں نے ان کی ساری کتابیں جلا دیں، دکھ تو ہوا لیکن فوراً دو اشعار کہے:

.. ان تحرق القرطاس لا تحرق الذی
تضمنه القرطاس فهو فی صدری
یکون معی حیث استقلت رکائبی
ویسیر اِذا سرت وینزل فی قبری

کہ لوگو تم نے کتابیں جلا دیں، تم نے صرف کاغذ جلایا ہے میرا علم نہیں۔ وہ سارا علم میرے سینے میں باقی ہے۔ مجھے سب کچھ یاد ہے سارا علم میرے سینے میں محفوظ ہے۔ جہاں بھی جاتا ہوں، میرا علم میرے ساتھ ہوتا ہے میں چلتا ہوں تو علم بھی ساتھ ساتھ چلتا ہے اور میرا علم میری قبر میں میرے ساتھ جائے گا۔ اسے کوئی نہیں چھین سکتا۔

تو اس سے کیا ثابت ہوا کہ سلف صالحین کی توجہ حفظ کی طرف تھی۔ تو علم کو حفظ کریں، کتابیں یاد کریں، اس کا فائدہ آپ سفر میں ہوں، حضر میں ہوں، لوگ آپ سے سوال کریں تو کیا یہ کہیں گے کہ میں ذرا کتاب دیکھ کر آؤں۔ حج کرنے جائیں گے بیت اللہ کا طواف کیسے کرنا ہے، صفا مروہ کیسے کرنا ہے عرفات کے کیا مسائل ہیں مزدلفہ منی کے کیا احکام ہیں۔ کتابیں دیکھنے جاؤ گے، وہاں تو کوئی موقع نہ ہوگا۔ علم پر عمل۔ لوگوں کے سوالوں کے جواب دینا یہ کب ممکن ہے جب یہ علم آپ کو حفظ ہو۔ تو حفظ علم بڑی قوی اور ٹھوس اساس ہے اور یہ فضیلت یہ بہترین اساس نبی ﷺ کی دعا بھی ہے۔ کہ اے اللہ اس شخص کے چہرے کو تروتازہ کر دینا جو میری حدیثیں سنتا ہے وہی سماع من لفظ الشیخ، حدیثوں کو سنتا ہے۔ مشائخ کے پاس جاتا ہے اور ان کو یاد کرتا ہے پھر جیسے سنا ویسے آگے پہنچا دیا تو اس شخص کا چہرہ تروتازہ رہے دنیا کے اندر بھی اور قیامت کے روز بھی۔ تو یہ انتہائی فخر کی بات ہے اور یہ علم کی زینت ہے کہ ہم اس علم کو حفظ کریں۔ اس علم کے عالم بنیں۔

اور پانچویں بات وہ کہا کرتے تھے کہ ثم العمل پھر اس علم پر عمل کرنا، یہ عمل بھی علم کی زینت ہے۔ عمل کے بغیر علم کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر علم عمل کے ساتھ ہے تو پھر وہ عالم ربانی ہے اور اگر علم بغیر عمل کے ہے تو قرآن کہیں ایسے عالم کو کتا کہتا ہے اور کہیں گدھا کہتا ہے۔

اگر علم کے ساتھ عمل ہے تو اللہ کا مقرب ہے پھر وہ ان تمام فضائل کا مستحق ہے جو قرآن و حدیث نے بیان کئے۔ اللہ کا ولی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث، حدیث قدسی کہ اللہ فرماتا ہے کہ جو میرے کسی ولی کو تکلیف دے گا اس سے میرا اعلان جنگ ہے میں اس سے جنگ کروں گا۔ روز قیامت جب وہ میرے سامنے آئے گا تو میں اسے اسلحہ دوں گا کہ آؤ مجھ سے لڑو، امام شافعیؒ اس حدیث کے تحت تعلیق لکھتے ہیں کہ اگر ایک عالم دین اللہ کا ولی نہیں ہے تو اس کائنات میں کوئی ولی نہیں ہے۔ کتنی بڑی فضیلت، یہ عالم اللہ کا ولی، اللہ کا دوست، کتنا قریب ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: العلماء ورثة الانبیاء۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں، کتنا قرب، وراثت قرابت کو ظاہر کرتی ہے، قریب وارث دور کے وارث کیلئے یا تو حاجب بن جاتا ہے۔ یا اس کے درجے میں کمی کر دیتا ہے۔ قواعد آپ نے پڑھے ہیں تو اس امت کے طبقات میں سے صرف علماء کا طبقہ انبیاء کا وارث ہے۔ انبیاء کے سب سے قریب کون ہے، علماء کرام۔

علم پر عمل کرنے سے یہ سارے فضائل حاصل ہونگے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے

ہیں ہم نے علم وعمل ساتھ ساتھ لیا۔ جو پڑھتے اس پر عمل کرتے۔ عبداللہؒ بن مبارک کا چھوٹا سا واقعہ اپنے شیخ سے پڑھ رہے تھے۔ میراث کی حدیث آ گئی، شیخ سے اجازت طلب کی اس حدیث پر عمل کرنے کیلئے گھر جانا چاہتے ہیں کہ میرا باپ فوت ہوگیا ہے اور ترکے میں ایک بہت بڑا باغ ہے وہ تقسیم نہیں ہو سکا۔ پہلے ورثاء کو جمع کروں گا اس باغ کو تقسیم کروں گا پھر پڑھوں گا۔ علم وعمل ساتھ ساتھ۔ اور جب ایسا علم ہوگا تو پھر کیا ہوگا، وہ علم کا نور اسے منور کردے گا۔ پھر اس کا وہ نور دنیا کو منور کردے گا۔ اسی کی جگہ لوگوں کے دلوں میں ہوگی۔ ملکہ زبیدہ، ہارون الرشید کے ساتھ بغداد کی گلیوں میں ہے دیکھا کہ اژدھام جارہا ہے۔ سارے جامع بغداد کی طرف ہے۔ لوگوں کا ہاتھوں میں کاغذ، قلم دواتیں، دوڑتے جارہے ہیں۔ مسابقت کی کوشش کررہے ہیں۔ سارے چہرے جامع بغداد کی طرف ہیں۔ پوچھا ہارون کیا ماجرا ہے؟ یہ خلق کہاں جمع ہے؟ یہ کہاں جارہی ہے؟ اس نے کہا کہ آج جامع بغداد میں ایک شخصیت آئی ہے جس کا نام ہے عبداللہ بن مبارکؒ۔ زبیدہ نے کہا کہ پھر اصل بادشاہ تو یہ ہوا ۔ جن کی حکومت لوگوں کے دلوں پر ہے۔ یہ سب کچھ کیسے ہے اس علم پر عمل کرنے سے تو اللہ تعالیٰ ہم کو یہ سارے حقوق پورے کرنے کی توفیق دے آمین۔ اور آخری درجہ بیان کیا، ثـم الاداء۔ صرف خود علم کو حاصل کرکے بیٹھ نہ جائیں بلکہ دین کی خدمت کریں، آگے پہنچائیں ادا کریں۔ اس علم کو نشر کریں، نبی ﷺ کی دعا میں یہ لوگ شامل ہیں کہ اس حدیث کو سنیں، یاد کریں اور آگے پہنچادیں۔ تاکہ یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے۔

جو علم کو سنتے ہیں اور آگے سناتے ہیں۔ وہ اس عظیم الشان مسلک میں منسلک ہیں۔ جس کے پہلے سرے پر محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کہ تسمعون منی یہ علم تم مجھ سے سنتے ہو۔ یہ ڈوری چلی آرہی ہے۔ جو شخص اس سماع اور اس اسماع کے سلسلے پر قائم ہے کہ پہلے اس علم کو سنے پھر آگے سنائے، آگے بیان کرے تو وہ اس لڑی میں منسلک ہے۔ یہ بڑی مبارک لڑی ہے۔ بڑا مبارک سلسلہ ہے، اس سے بہتر کوئی سلسلہ نہیں۔ تو میرے دوستو اور بھائیو اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی کہ آپ اس علم کی ایک شاہراہ پر چل رہے ہیں اور انتہائی عظیم الشان درسگاہ کے اندر موجود ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت دے اللہ تعالیٰ اس تحصیل علم میں آپ کی نیتوں کی اصلاح فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو احادیث کا حافظ بنادے، اس علم کا حافظ بنادے۔ اور وہ سارے امور جو اس حفظ میں، عمل میں مددگار ومعاون ہیں اللہ تعالیٰ وہ امور اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ معصیتوں سے گریز کریں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانیوں سے یہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ یہ نور حاصل نہیں ہوتا، حافظہ کمزور ہوجاتا ہے، کچھ یاد نہیں ہوتا یاد نہیں رہتا۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فاوصانی الی ترک المعاصی
لان العلم نور من نور الالہ
ونور اللہ لا یعطی لعاصی

اور آخری بات عرض کروں گا کہ خالص سلفی اہلحدیث بن کر رہیں یہ مشکوک فکر، مشکوک قسم کے افراد ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، صرف دعوت کا تعلق ہے اور کچھ نہیں۔ اہلحدیث بن کر رہیں۔ اور خالص جو سلفی استاد جو کتاب وسنت کے عطر سے آپ کے قلوب کو معطر کریں اس نور سے آپ کو منور کریں۔ بس ان سے ہمارا تعلق ہے، باقی کوئی تعلق کا مستحق نہیں۔

اہل بدعت اور مشکوک لوگوں سے بری ہونا

یہ پیغمبر ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت ہے۔ بخاری مین ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برات کا اعلان کیا ہے اس عورت سے جو صدمہ کے وقت اپنے آپکو نوچے، ماتم کرے، سینہ کوبی کرے، یہ سارے امور بدعت ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان سے برات کا اظہار کیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ بصرہ کے کچھ لوگ تقدیر کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کاش میں جوان ہوتا، بینا ہوتا، (نابینا ہوچکے تھے) بصرہ جاتا اور ان لوگوں کی گردنیں توڑ دیتا، میں کمزور ہوں۔ نابینا ہوں میری طرف سے جا کر کہہ دینا کہ عبداللہ تم سے بری ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ایسے لوگ تعلق کے نہیں بلکہ برات کے قابل ہیں۔ امام بخاری کا قول ہے کہ میں نے ایک ہزار سے زائد اساتذوں سے سماع حدیث کیا، اور ان استادوں کا عقیدہ ہے کہ ایمان، قول وعمل کا نام ہے۔ جنہوں نے عمل کو ایمان مین داخل نہیں کیا ان سے میں نے حدیث نہیں لی، تو اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت کی توفیق دے کہ ہم اس علم کا حق ادا کریں۔ ان تمام درجات سمیت جو ابھی ہم نے اس محدث کے قول سے سنے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمادے ہم کو عمل کی اور علم حاصل کرنے کی توفیق دے آمین وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین۔